نیکی کا موسم

مبارک ایام عشرۂ ذی الحجہ اور

آخری عشرۂ رمضان کے درمیان تقابل



اسلامی عبادات کی حقیقت ☆

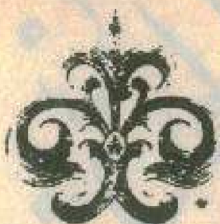
فلسفہ قربانی اور کچھ ضروری مسائل ☆

تالیف

حضرت مولانا

ذوالفقار احمد صاحب نروری قاسمی

استاذ حدیث دارالعلوم فلاح دارین ترکیسر، سورت



نام کتاب ـــــــــــ نیکی کا موسم

مصنف ـــــــــــ مولانا ذوالفقار احمد صاحب قاسمی

صفحات ـــــــــــ ۳۶

تعداد ـــــــــــ ۱۱۰۰

سن اشاعت ـــــــــــ ۱۹۸۸ء بار دوم سنہ ۱۹۹۴ء

کتابت ـــــــــــ نورالہدیٰ مظاہری

طابع ـــــــــــ

ناشر ـــــــــــ مکتبہ سعیدیہ ترکیسر ضلع سورت، گجرات

زیرنگرانی ـــــــــــ سعادت علی قاسمی

قیمت ـــــــــــ ۱۰/- روپے



"انتساب"

مرحوم و مغفور دادا حضور الحاج الحافظ ریاض احمد
صاحب چشتیؒ کے نام جن کی شب و روز کے معمولات پر
استقامت' عبادت و تلاوت کی حیرت انگیز کثرت' اور
مبارک ایام کی قدر دانی نے خاکسار کے لئے سلفِ
صالحین کے مجاہدات کو قابلِ یقین بنا دیا۔

پیش لفظ

بلاشبہ ہر چیز کے خالق حق تعالیٰ ہیں اور ان کی کوئی بھی مخلوق حکمت اور فائدے سے خالی نہیں، مگر بعض دنوں، جگہوں، مہینوں اور اعمال کو حق تعالیٰ کے خصوصی فیضان، امتیازی تعلق اور انتخاب کی وجہ سے وہ مقام حاصل ہوگیا ہے جو ان کے مقابلہ میں دوسری چیزوں کو حاصل نہیں۔ مثلاً خانۂ کعبہ کا جو مقام ہے وہ دنیا کی کسی عمارت کو حاصل نہیں، وہ براہِ راست تجلی گاہ ربانی اور دنیا میں آسمانی حکومت کا دارالخلافت ہے، اسکا طواف کیا جاتا ہے، اسی طرح قرآن کا جو مقام ہے وہ دوسری آسمانی کتب کا نہیں، جو مقام سرکار دوعالم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے وہ دوسرے کسی نبی کا نہیں۔

مہینوں میں جو درجہ رمضان کا ہے وہ دوسرے مہینوں کا نہیں، اسی طرح دنوں میں جو اہمیت جمعہ کے دن کو حاصل ہے وہ ہفتہ کے کسی اور دن کو نصیب نہیں، اشہرِ حج جس نعمت سے سرفراز ہیں دوسرے مہینہ اس سے محروم ہیں، ارکانِ اربعہ کو جو مقام عبادات میں حاصل ہے وہ دوسرے اعمال کو نہیں، پھر شعبان سے جو متبرک ایام کا سلسلہ شروع ہوتا ہے وہ لگاتار محرم تک جاری رہتا ہے، شعبان کی پندرہویں شب انتہائی اہم

اور اسی ماہ سے رمضان کی تیاری اور انتظار شروع ہو جاتا ہے پھر رمضان پورا با برکت اس میں ایسے بابرکت، رحمتوں اور انوار سے بھرپور پروگرام چلتے ہیں جن کی نظیر نہیں ملتی، یہ بات الگ ہے کہ بدذوق اور بے توفیق اس کو نہ سن سکیں یا محسوس نہ کر سکیں جیسے ریڈیو اسٹیشن سے ریلے ہونے والے پروگرام پوری فضا میں پھیلے ہوئے رہتے ہیں مگر سن وہ ہی سکتا ہے جس کے پاس ریڈیو ہے، ایسے ہی رمضان کی برکتوں اور انوار کی بارش ساری دنیا میں ہوتی ہے مگر وہ ہی لطف اندوز ہو سکتا ہے جس کے پاس دل بیدار کی دولت ہو، رمضان کے بعد شوال سے ذی الحجہ تک اشہر حج ہیں، جن میں بیت اللہ کے سفر کی تیاری اور حج کی عاشقانہ عبادت ادا ہوتی ہے، اس کے بعد محرم کا مہینہ ہے، یہ اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، اس کے دس دن بھی متبرک ہیں، اس طرح سال کے بارہ مہینوں میں ۶ ماہ اپنے اندر روح کی غذا کا مکمل سامان رکھتے ہیں،

جب انسان نام ہے روح اور جسم دونوں کا تو گویا آدھا انسان بدن ہے اور آدھا روح اور روح کی غذا اور ہے، بدن کی غذا اور، تو اللہ تعالیٰ نے دونوں کو آدھے آدھے مہینے دے دئے ہیں چھ ماہ شعبان سے محرم تک روح کو جن میں روح کی غذا کا کافی سامان ہے تو دوسرے چھ ماہ جسم کے لئے جن میں جسم کو پنج وقتی نماز کے علاوہ مسلسل کسی خاص عبادت میں مشغولی نہیں رہتی۔

دل چاہتا تھا کہ ان متبرک ایام پر جو درحقیقت نیکی کمانے کا موسم ہیں کچھ لکھا جائے، چنانچہ اللہ کی توفیق سے "نیکی کا موسم" کے نام سے یہ چھوٹا سا رسالہ پیش ہے، جس میں رمضان اور اشہرِ حج کے ایام اپنی اپنی فضیلت کے

لحاظ سے ایک مسابقہ ہے نیز اللہ تعالیٰ کی دو شانوں، شان حاکمیت اور شانِ محبوبیت کے ساتھ اسلامی عبادات کا تعلق دکھلایا گیا ہے اور حج کی عبادت کی پر کیف منظر کشی کے ساتھ ساتھ قربانی کے فلسفے اور اس کی حکمت پر طالب علمانہ خامہ فرسائی کی گئی ہے نیز قربانی کے متعلق چند ضروری مسائل بھی تحریر میں آگئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس حقیر سی کوشش کو ذریعۂ نجات بنائے اور اللہ کے بندوں کو اس سے دینی فائدہ پہونچائے۔ آمین۔ یارب العالمین

ذوالفقار احمد غفرلہٗ

۱۶ر جنوری ۲۰۰۵ء شنبہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

جس طرح بعض موسم بعض فصلوں کی پیداوار کے لئے انتہائی موزوں ہوتے ہیں جیسے بارش کا موسم خریف کی فصل کے لئے جس میں دھان، مکئی وغیرہ پیدا ہوتی ہے۔ یہ موسم تقریباً ۴ ماہ کا ہوتا ہے اور سردی کا موسم ربیع کی فصل کے لئے جس میں گیہوں، چنا وغیرہ پیدا ہوتا ہے یہ موسم تقریباً ۶ ماہ کا ہوتا ہے، اسی طرح حق تعالیٰ نے بعض مہینوں کو نیکی کی فصل کے لئے موسم کا درجہ دے دیا ہے جس میں نیک اعمال پر بے پناہ اجر و ثواب کا وعدہ ہے۔

چنانچہ اعمال حسنہ کے لئے سال میں دو موسم بہت اہم ہیں ایک رمضان کا موسم، اس کی مدت صرف ایک ماہ ہے، اس میں دن میں روزہ کی مقدس عبادت اور رات تراویح میں قرآن مجید پڑھا جاتا ہے اس میں نیک اعمال کا بدلہ ۷۰ گنا یا اس سے بھی زائد دیا جاتا ہے، اس کا آخری عشرہ اور اس کی طاق راتیں تو اجر و ثواب کی فراوانی میں اپنی مثال آپ ہیں۔

اس مبارک موسم کے ختم ہوتے ہی ایک دوسرا موسم شروع ہو جاتا ہے جو حج کا موسم کہلاتا ہے۔ یہ موسم ۷۰ دن یعنی ۱۰ ذی الحجہ تک جاری رہتا ہے اس موسم کا پہلا دن شوال المکرم کی پہلی تاریخ ہے جو عید کا دن ہے یہ انتہائی خوشی اور مسرت کا دن ہے جو درحقیقت بندوں کے لئے اللہ کے یہاں

دعوت کا دن ہے اسی لئے اس دن کا روزہ حرام ہے، عید کا چاند بمنزلہ دعوتنامہ کے ہے، اس کے نظر آتے ہی اگلا دن عیدگاہ جانے اور دعوت کے لئے مقرر ہوجاتا ہے۔ عید کے دن سے حج کا موسم یعنی حج کے مہینے شروع ہوجاتے ہیں جو شوال ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کے دس دن ہیں، اس میں دو ماہ بیت اللہ کی حاضری کی تیاری اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ میں حج کی ادائیگی عمل میں آتی ہے۔ اشہُرِ حج ہی میں حج کے ساتھ عمرہ ملا لینے سے ایک شخص متمتع یا قارن کہلاتا ہے۔ اسی لئے ان ایام کے شروع ہونے کے بعد سے احرام باندھا جا سکتا ہے، اس سے پہلے ناپسندیدہ ہے۔

ان ایام کی ابتدا میں جیسے عیدالفطر ہے اسی طرح ان ایام کے اختتام پر ایک عید ہے جس کو عیدالاضحیٰ کہتے ہیں، یہ عید ۱۰ ذی الحجہ کو ہوتی ہے، اور اس دن تک حاجی حج کے اہم ارکان سے فارغ ہوجاتا ہے، نیز قربانی بھی اسی دن کی جاتی ہے، ۱۰ ذی الحجہ سے ۱۳ ذی الحجہ تک ایام تشریق کہلاتے ہیں، ۱۲ ذی الحجہ تک قربانی کے دن ہیں، ان ایام میں بھی بندہ اللہ کے یہاں مدعو ہوتا ہے، اسی لئے ان ایام کے روزے بھی حرام ہیں گویا عیدالفطر میں سوئیاں کھاکر اس نے اللہ کے یہاں کی دعوت کا ناشتہ کیا تھا اور اب اشہُرِ حج کے اختتام پر سید الطعام یعنی گوشت سے اس کی ضیافت کی جارہی ہے۔ پھر کیونکہ میٹھے کے مقابلہ میں نمکین کو انسان زیادہ پسند کرتا ہے اس لئے میٹھی عید کا صرف ایک دن تھا مگر نمکین عید کے ۳ دن ہیں، میٹھے سے ابتدا کرکے نمکین پر اختتام، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کھانے میں نمکین پر اختتام ہی پسندیدہ ہے جیساکہ صاحب احیاء العلوم نے بھی یہ ہی تحریر فرمایا ہے، پھر چونکہ حج کی عبادت جفاکشی اور والہانہ سفر پر مشتمل ہے اس لئے اس سے پہلے رمضان

کے آخری عشرہ میں اعتکاف کو مسنون قرار دے کر اس سفر کی تیاری کے لیے بطور مشق کے بستر اور سامان کے ساتھ گھر سے جدا کر کے مسجد کے کونے میں مقیم کرا دیا جاتا ہے۔ پھر جیسے یہ عشرہ اپنی فضیلت، شب قدر اور اعتکاف کی وجہ سے بڑی اہمیت کا حامل ہے اسی طرح اشہر حج کے آخری دس یوم یعنی ذی الحجہ کا پہلا عشرہ بھی اپنی فضیلت، برکات، حج کی عبادت اور قربانی کی وجہ سے کچھ ایسی اہمیت کا مالک ہے جس کی وجہ سے مستقل یہ بحث اٹھ کھڑی ہے کہ ان میں سے کون افضلیت میں ایک دوسرے سے آگے ہے؟

چنانچہ عشرۂ ذی الحجہ کا وکیل کہتا ہے کہ اخیر عشرۂ رمضان کی فضیلت صرف احادیث میں ذکر کی گئی ہے جبکہ عشرۂ ذی الحجہ کی راتوں کا تذکرہ قرآن میں کیا گیا ہے اور صرف تذکرہ ہی نہیں کیا گیا بلکہ ان کی اہمیت اس سے معلوم ہوتی ہے کہ قرآن نے ان دس راتوں کی قسم کھاتے ہوئے ولیال عشر کہا ہے یعنی قسم ہے دس راتوں کی جبکہ قرآن میں انتہائی اہم چیز ہی کی قسم کھائی جاتی ہے۔ پھر صرف دس راتوں کی مجموعی قسم پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ ان میں سے ۹ ویں تاریخ جس کو عرفہ کہتے ہیں اس کی اور دسویں تاریخ کی (جو عیدالاضحیٰ کا دن ہے) علیحدہ سے قسم کھائی گئی ہے۔

چنانچہ کہا گیا والشفع والوتر یعنی قسم ہے دسویں تاریخ اور نویں تاریخ کی اگر رمضان کا آخری عشرہ فرض روزے، مسنون اعتکاف اور شب قدر کی وجہ سے اہمیت کا حامل ہے تو عشرۂ ذی الحجہ کے پاس فرض حج، واجب قربانی اور عرفہ کا مسنون روزہ ہے۔ اس عشرے کے ۹ دن کے روزے مستحب ہیں جو بڑے اجر و ثواب کا باعث ہیں۔ اعتکاف اگر چھوٹے بیت اللہ یعنی مسجد میں ہوتا ہے تو عشرۂ ذی الحجہ کی عبادت بڑے بیت اللہ یعنی مسجد حرام میں جا کر ادا ہوتی ہے۔

رمضان کے بعد اگر عید الفطر ہے جس کی مدت ایک دن ہے تو اس کے بعد عید الاضحیٰ ہے اور قربانی کی مدت ۳ دن تک ہے رمضان کے پاس اگر طاق راتیں ہیں تو ذی الحجہ کے پاس ایام تشریق ہیں ۔ اُس کے پاس شب قدر ہے تو اس کے پاس مزدلفہ کی شب ہے، اُس میں اگر شب قدر ۲۷ ویں شب کو عید سے ۳ دن پہلے ہے تو اس کے پاس عید الاضحیٰ کی شب ایام تشریق کے اختتام سے ۳ دن پہلے ہے ، اُس میں اگر راتوں کو ۲۰ تراویح کے ساتھ ۳ وتر ملا کر ۲۳ رکعتیں ہیں تو اس کے پاس ۹ تاریخ سے ۱۳ کی عصر تک ۲۳ نمازوں کے بعد تکبیر تشریق ہے ، پھر جیسے وتر کی ۳ رکعتیں رمضان میں جماعت سے اور جہراً پڑھی جانے لگتی ہیں تو یہاں تکبیر تشریق کے ۴ کلمات ہر جماعت سے پڑھی جانے والی نماز کے بعد جہراً پڑھے جاتے ہیں ، وہاں اگر ایک نیکی پر ۷۰ گنا یا اس سے زائد ثواب کی ریٹ ہے تو یہاں قربانی کے جانور کے ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ہے ، اُس کی عید میں اگر عید گاہ جاتے ہوئے آہستہ تکبیر ہے تو اس کی عید میں زور سے تکبیر پڑھی جاتی ہے ، اُس کی عید میں اگر صدقۃ المال یعنی صدقہ فطر ہے تو اس میں صدقۃ الروح یعنی جانور کی قربانی ہے بلکہ وہاں تو صدقۃ الفطر غلہ کے علاوہ پیسے و دوسری چیز سے ادا کیا جا سکتا ہے مگر یہاں انفاقِ جان یعنی جانور کی قربانی ہی متعین ہے ، وہاں اگر بعد میں عید ہے تو یہاں بعد میں بھی عید ہے اور شروع میں بھی عید ہے کہ یہ اشہرِ حج عید الفطر سے ہی شروع ہوتے ہیں پھر یہ اشہرِ حج اشہرِ حرام بھی ہیں جن میں جنگ ممنوع تھی، گویا یہ مہینے امن کے مہینے تھے ۔

وہاں جو رمضان کے روزوں کی طاقت نہ رکھتا ہو تو روزوں کا فدیہ ادا کر کے سبکدوش ہو جاتا ہے تو یہاں جو حج میں نہیں جا سکتا وہ مقامی طور

پر عید الاضحیٰ کی نماز پڑھ کر اور قربانی کر کے حجاج کرام کے ساتھ ثواب میں شریک ہو جاتا ہے ، وہاں اگر شب و روز تلاوتِ قرآن پسندیدہ ہے کہ مہینہ ہی قرآن کے نزول کی یادگار ہے تو یہاں ہر ہر آن تلبیہ کی صدا حاجی سے پسندیدہ ہے وہاں اگر روزے دار کے معدے سے اٹھنے والی بو مشک سے زیادہ پسندیدہ ہے تو یہاں بھی حاجی کو خوشبودار تیل اور عطر وغیرہ سے روک کر پراگندہ بال و پراگندہ حال ہی پسند کیا گیا ہے ۔ وہاں اگر شیطان کو قید کر دیا جاتا ہے تو یہاں اس کے کنکریاں ماری جاتی ہیں ۔

عید الفطر میں نماز سے پہلے کھانا مسنون ہے تو صدقۃ الفطر بھی نماز سے پہلے پسندیدہ ہے ، عید الاضحیٰ میں نماز کے بعد کھانا پسندیدہ ہے تو قربانی بھی نماز کے بعد ہی قبول کی گئی ہے ۔ وہاں اگر شب قدر کی تلاش ہے تو یہاں حجر اسود کو بوسہ دینے کی فکر ہے ۔ وہاں اگر مغرب کے بعد تراویح کی تیاری کی فکر ہے تو یہاں ہر نماز کو حرم میں ادا کرنے کی سعی ہے ، رمضان میں سحری کھانا اگر باعثِ برکت ہے تو حج میں زمزم پینا باعث فضیلت ہے ۔ وہاں اگر اپنے اوقات کو تسبیح و تہلیل میں مشغول رکھنا پسندیدہ ہے تو یہاں طواف و سعی میں مصروف رہنا پسند کیا گیا ہے ۔

اگر حدیث میں روزہ کی یہ اہمیت ذکر کی گئی ہے کہ روزہ میرے لیئے ہے میں خود ہی اس کا بدلہ دوں گا (جس کی وجہ یہ ہے کہ روزہ نام ہے ترکِ ثلاثہ کا اور ترک میں عدم احتیاج ہے اور عدم احتیاج اللہ کی شان ہے تو روزے کی حالت میں بندہ بھی چند گھنٹے کے لئے اختیاری طور پر اللہ سے تشبہ اختیار کرتا ہے لہذا اللہ نے اپنی اس ظاہری مشابہت کی وجہ سے خود ہی بدلہ دینا طے فرمایا ہے یا وہ خود اس کا بدلہ بن جاتے ہیں) اور

ان کا بندے کو اپنا بنا لینا یا خود کو بندے کو دے دینا" اس سے بڑھ کر اور کیا پذیرائی ہو گی ؟) تو عشرہ ذی الحجہ کی اہمیت اس حدیث سے ظاہر ہوتی ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ایام کی نیکی کو ہر عمل سے افضل فرمایا تو کسی صحابی نے پوچھا کہ کیا جہاد سے بھی افضل ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں جہاد سے بھی افضل ہے سوائے اس مجاہد کے جو جنگ کے میدان میں جان مال کے ساتھ آیا اور شہید ہو گیا ہو ، اللہ اکبر کیا درجہ ہے ان ایام کی نیکی اور عبادت کا ؟

عرفے کے روزے میں ایک سال زندہ رہنے کی ضمانت

عرفے کے روزہ کے بارے میں حدیث میں ارشاد ہے کہ ایک سال پچھلے اور ایک سال کے اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں ۔ اس ارشاد سے بعض عارفین نے سمجھا کہ گویا اس میں اس بات کی ضمانت معلوم ہوتی ہے کہ یہ اگلے ایک سال تک ضرور زندہ رہے گا تبھی تو یہ کہا گیا کہ اگلے سال کے گناہ معاف ہو جائیں گے اگر یہ زندہ ہی نہیں رہے گا تو گناہ کرنے اور ان کے معاف ہونے کا کیا سوال ، گویا یہ روزہ رکھ کر اس نے اپنی ایک سالہ زندگی کی ضمانت بھی لے لی اور بیمہ (انشیورنش) بھی کرا لیا کہ اب اگر گناہ ہو بھی گئے تو روزہ اس کی مکافات کر دے گا ۔

پورا سال متبرک

ذی الحجہ اسلامی سال کا آخری مہینہ ہے ، اس لئے ابتدائی دس دن متبرک ہیں ، اسی طرح محرم جو سال کا پہلا مہینہ ہے اس کے بھی ابتدائی دس

دن متبرک ہیں' تو گویا سال کا آخری مہینہ اور اول مہینہ متبرک دنوں پر مشتمل ہے جو ایک طرح سے پورے ہی سال کو اول اور آخر سے محفوظ کر کے متبرک بنا دیتا ہے۔

ذی الحجہ کے بعد متصلاً محرم کا مہینہ ہے اس کا پہلا عشرہ بھی نیکی کمانے کا بہترین موسم ہے۔ محرم اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے، یہ اشہر حرام میں داخل ہے اس کے دس دن بڑے متبرک ہیں، ان کے روزوں کی بڑی فضیلت ہے خصوصاً دس محرم کا روزہ جس کو صوم عاشورہ کہتے ہیں، اس کی برکت سے سال بھر کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اس دن اہل خانہ پر کھانے پینے میں وسعت اور فراخی' سال بھر کی برکت وکشادگی کی ضمانت ہے۔

۱۰ویں محرم بڑے بڑے واقعات کے لئے اللہ کی طرف سے منتخب کی گئی ہے، اس میں جہاں سب سے پہلے انسان کی پیدائش کا واقعہ پیش آیا وہیں قیامت کا حادثہ بھی اسی تاریخ میں رونما ہوگا، یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے نواسے حضرت حسین کے لئے بھی فخر کی بات ہے کہ قدرت نے ان کو شہادت جیسے وقیع مقام سے نوازنے کے لئے اسی عظیم تاریخ کا انتخاب فرمایا۔

حق تعالیٰ کی متعدد شئون ہیں

اسلامی عبادات حق تعالیٰ کی شان حاکمیت اور شان محبوبیت کا تقاضہ ہیں۔ ان میں سے شانِ حاکمیت کا تقاضہ ہے کہ بندہ اپنے آپ کو اس کا محکوم سمجھے، اس کو سارے بادشاہوں کا بادشاہ جانے، انکے احکامات کی بجاآوری کو اپنے لئے لازم سمجھے، اس میں کوتاہی پر معافی کا خواستگار

رہے، اور ندامت و شرمندگی کا اظہار کرے، فرمانبرداری پر اجر و ثواب اور خوشنودی کی امید رکھے، اس کے آگے سجدہ ریز رہے، اس کی بندگی میں اپنی نجات جانے۔

ارکان اربعہ میں نماز اور زکوٰۃ کے ذریعہ اس تقاضے اور مطالبہ کی ادائیگی کرائی گئی ہے چنانچہ نماز کی ہر ہر ادا ' ایک ایک رکن ' عبدیت ' بندگی اور محکومیت کے اظہار کا کامل ذریعہ ہے۔ اسی لئے دن میں پانچ بار اجتماعی طور پر غلامانہ انداز میں انتہائی خشوع و خضوع کے ساتھ پڑھی جاتی ہے پھر ہفتہ میں ایک بار جمعے اور سال میں دو بار عیدین کے ذریعہ پوری وفادار برادری اس کا ثبوت پیش کرتی ہے کہ ہم حقیقی حاکم و بادشاہ صرف ایک ذات کو مانتے ہیں اور اسی کے آگے بلا امتیاز غریب و امیر، شہری و دیہاتی، رنگ و نسل ایک ساتھ سجدہ ریز ہوتے اور عہد وفاداری کرتے ہیں۔

اسی طرح حق تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ زکوٰۃ کو وقت پر ادا کرنا اس کو بوجھ نہ جاننا بلکہ اس کو تقرب کا ذریعہ سمجھنا اور اس نظام کو غریب انسانوں کی اقتصادی فلاح و بہبود کا ذریعہ گردانتا اور اس کو اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کی ایک بہتر صورت تصور کرنا نیز مال و دولت کے ملنے کو اللہ کی طرف سے امتحان شمار کرنا کہ وہ یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ بندہ مالی حقوق ادا کرتا ہے یا نہیں نیز اس خرچ پر دنیا میں خیر و برکت اور آخرت میں بھرپور اجر و ثواب کی امید رکھنا اپنی محکومیت کا پکا ثبوت دینا ہے۔

دوسری ایک شان حق تعالیٰ کی شان محبوبیت ہے اس کا تقاضہ ہے کہ بندہ اپنے کو اللہ کا محب و عاشق جانے، محبوب کو پانے اور اس کی رضاجوئی کے لئے وہ اپنا سب کچھ قربان کرنے کے لئے تیار رہے، اس

کی محبت میں کسی کو شریک نہ ہونے دے، اس کی خوشنودی کے لئے اپنی عزیز سے عزیز متاع کو قربان کرنے کے لئے آمادہ رہے، اپنے کو اس کی طرف اس درجہ متوجہ رکھے کہ اس کی موت وحیات صرف اسی کے لئے ہو کر رہ جائے، وہ اپنی ہر ادا سے اس کا سچا عاشق، اس کے لئے بے قرار اس پر فدا اور اس کی یاد میں مضطرب نظر آئے، اپنی جان، اپنے مال، اپنے اوقات، اپنے اہل وعیال، اپنی صلاحیتیں اس پر نچھاور کرنے کے لئے ہر وقت تیار، اس کی یاد میں اپنی طبعی ضروریات اکل وشرب، لباس، عیش وآرام، وطن گھر بار کو چھوڑ کر پروانہ وار اس کے در اور گلی کوچے اور صحن کا چکر کاٹنے لگے، اسی کے نام کی صدا زبان پر ہو، مرغ بسمل کی طرح اس کے قدموں میں اپنے آپ کو تڑپانے کے لئے بے چین ہو، یہ ہی ایک سچے عاشق اور محب صادق کی حقیقی تصویر ہے۔

اسلامی عبادات میں روزہ اور حج اس جذبے کی پوری عکاسی کرتے ہیں، روزہ میں جہاں کھانے پینے کی قربانی اور اس کی یاد اور حکم پر ان طبعی ضرورتوں سے کنارہ کشی ہے وہیں رمضان کے آخری عشرہ میں اہل وعیال، گھر مکان سے علیحدہ ہو کر مسجد کے کونے میں جا پڑنا اور اس کی چوکھٹ پر ڈیرا ڈال دینا ہے جسے اعتکاف کہتے ہیں۔

پھر حج سراپا ایک عاشقانہ سفر ہے

رمضان کے بعد یکم شوال سے اشہر حج شروع ہو جاتے ہیں، جن میں ننگے زیر و ننگے بالا پہن کر یہ عاشق ومحب سب سے رخ موڑ کر کوئے جاناں کی طرف چل پڑتا ہے اب وہ اس چھوٹے بیت اللہ کے کونے سے اس

بڑے بیت اللہ کی طرف چل پڑا ہے جہاں محبوب کے جلووں کی دھوم مچی
ہوئی ہے اور وہ براہ راست اس کی تجلی گاہ اور اس دنیا میں گویا اس کی
راجدھانی ہے، اب وہ اس شمع کے گرد پروانے کی طرح نوچھاور ہونے کے
لئے چل دیا ہے جو کعبہ کی شکل میں مکہ میں جل رہی ہے۔ جس کی خصوصیت یہ ہے
کہ اس کا پروانہ آگ میں جلتا نہیں بلکہ ہمیشہ کے لئے آگ سے محفوظ کر دیا جاتا ہے۔
اب تک یہ تو چھوٹے بیت اللہ میں اچھے لباس و خوشبو اور پروقار
حیثیت میں حاضری دیتا تھا لیکن اب دیدار کے لئے بے خودی بڑھ چکی ہے
اس کو اپنے تن بدن کا ہوش ختم ہو گیا ہے، اب یہ سراپا مجنون ہے، بال بکھرے
ہوئے، ناخن بڑھے ہوئے، جسم پراگندہ، خوشبو سے بے پروہ، سر کھلا
پیر ننگے، کبھی چلنا کبھی دوڑنا کبھی چکر لگانا کبھی پتھر پھینکنا کبھی ہاتھ اٹھا کے
دعا مانگنا، کبھی عرفات کے میدان میں دھوپ و گرمی میں گریہ وزاری تو کبھی
رات بھر مزدلفہ میں بیداری، نہ نمازوں کے وقت کی پابندی، ۲ وقت کی
نمازیں ایک ساتھ کبھی ۲ رکعت کبھی چار رکعت، جس کے بدن کو کسی نے کھلا
نہ دیکھا تھا آج وہ بنیان سے بھی عاری ہے ۲ چادریں وہ بھی بلا سلی جن کا
سنبھالنا بھی دشوار اور یہ سب تنگ و دو تنہائی میں نہیں ساری دنیا کے انسانوں
کے روبرو۔
اپنے ملک کا صدر مگر آج سب کے آگے بے قدر، صرف محبوب کی نگاہ
میں باقدر، آج اس کو اپنی حالت اور اس ہیئت اور اس لباس میں وہ خوشی
اور اس پر وہ فخر ہے جو کسی بادشاہ کو اپنی شاہی پوشاک میں، کسی فوجی کو اپنی
وردی میں، کسی دولہا کو عروسی جوڑے میں، اور کسی افسر کو اپنے یونیفارم میں
نہیں ہوتا ہوگا۔ اس عبادت میں سراپا عاشقیت کا مظاہرہ اور ایک طالب

صادق، عاشقِ فانی کی مکمل تصویر ہے اور پھر اس جذب وکیف میں ایک ایسا بھی وقت آتا ہے کہ یہ عاشق اپنی جان کو بھی اپنے محبوب کے قدموں میں پیش کر دیتا ہے اور یہ منظر اس جگہ پر ظہور میں آتا ہے جہاں ہزاروں سال پہلے ایک عاشقِ زار نے اسی عشق و محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنے اکلوتے لختِ جگر کو جو برسوں کی آرزو کے بعد عمر کے آخری حصے میں نصیب ہوا تھا اور جو زندگی کی متاع عزیز تھا، اپنے محبوب کے ایک ادنی اشارے پر جو خواب سے سمجھا گیا تھا قربان کرنے کے لئے لٹا دیا تھا اور بے دریغ چھری چلا کر خلیل اللہؑ ہونے کا ثبوت دیا تھا مگر وہ محبوب حقیقی انسانی بلی کو پسند نہیں کرتا وہ تو صرف اپنے خلیل کا امتحان لے رہا تھا اور یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ مقام خُلّت پر فائز بندے نے کہیں ہماری محبت میں اولاد کی محبت کو تو شریک نہیں کر لیا۔

تو درحقیقت اسمٰعیل کے گلے پر چھری نہیں چلوانی تھی بلکہ اس محبت پر چھری چلتے دیکھنی تھی جس کا اپنی محبت میں شریک ہو جانے کا شبہ ہو سکتا تھا لہٰذا گردن پر چھری رکھتے ہی اس محبت کا امتحان ہو چکا تھا، اس لئے فوراً چھری کو روک دیا گیا اور اس کے بدلے میں ایک جانور خود ہی بھیج کر قبول کر لیا۔

خلیل کی قدر افزائی

بہرحال خلیل کی یہ ادا محبوب کو ایسی بھائی کہ اس دن سارے عالم کے مسلمانوں کے ہاتھ میں چھری پکڑوا دی گئی اور قربانی کی اس تمثیل کو ہر سال ان ایام میں اسی جگہ دوہرایا جاتا ہے اور جو وہاں نہ جا سکیں وہ اپنی اپنی جگہ پر قربانی کر کے اس یادگار اور مثال کو دوہراتے ہیں، پھر یہ ہی نہیں کہ صرف قربانی کی ادا کو دوام بخشا گیا بلکہ خلیل اور اس کے وفا شعار نور نظر اور اس کی

ممتا بھری پیاری ماں کی وہ سب ادائیں بھی حج کی عبادت میں شامل کرلی گئیں جو ہر سال ان مقامات پر حجاج سے دوہروائی جاتی ہیں اور قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

قربانی کو انسانی بلی کا جاہلانہ رواج قرار دینا غلط ہے

قربانی نہ تو کوئی جیو ہتیا ہے اور نہ کوئی انسانی بلی' اسلام انسانی بلی کو قطعاً ناجائز سمجھتا ہے، اور نہ کبھی اس نے اپنے پیروُں کو اس کی اجازت دی ہے، جب بھی اس کے پیرو اپنے اندرونی جذب و شوق سے سرشار ہو کر اپنے محبوب حقیقی کی بارگاہ میں اپنے آپ کو یا اپنی اولاد کو قربان کرنے کے جذبہ سے چلے تو فوراً قدرت نے ان کے ہاتھ کو پیار سے چوم لیا اور اس جذبہ کی تسکین کے لئے اس کی جگہ جانور کی قربانی قبول کرلی۔

چنانچہ ذبح اسمٰعیل کے وقت بھی ایسا ہی ہوا اور عبدالمطلب نے جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے والد عبداللہ کو ذبح کرنا چاہا تب بھی سو اونٹوں کی قربانی عبداللہ کے بدلے میں قبول کرلی گئی، اس طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم ۲ ذبیح کی اولاد ہیں اسمٰعیلؑ اور عبداللہ، ایک کی قربانی میں بڑا جانور تھا دوسرے کی قربانی میں چھوٹا جانور، جانوروں کے دو گروپ ہو گئے ہیں بڑا اور چھوٹا بڑے جانور دو قسم کے ہیں جن میں ایک قسم کی عمر ۲ سال ضروری ہے دوسری قسم میں ۵ سال، دونوں عمروں کو ملا کر بڑے جانور میں سات اور چھوٹے میں ایک حصہ قربانی کا مقرر ہے۔

بہر حال اسلام نے انسانی بلی کو رواج نہیں دیا بلکہ بلی سے روکا اور جانور کو اس کا قائم مقام گردانا، پھر انسانی بلی کی اجازت دی بھی کیسے جاتی

جبکہ آدمی اپنا اور اپنی اولاد کا ایسا مالک نہیں ہوتا کہ وہ اولاد کو یا اپنے آپ کو بیچ سکے یا ذبح کر سکے، ہاں جانور کا مالک ہوتا ہے، اس کو بیچ سکتا ہے تو اس کی قربانی بھی کر سکتا ہے، ویسے انسانی بلی کی تعریف قربانی پر صادق بھی نہیں آتی اس لئے کہ بلی میں جہاں یہ عقیدہ کارفرما ہے کہ دیوی دیوتا کو خوش کرنے کے لئے بلی دی جاتی ہے وہیں یہ عقیدہ بھی ہے کہ دیوی دیوتا کے شر اور ظلم و نقصان رسانی سے بچنے کے لئے بھی دی جاتی ہے جبکہ اللہ کی ذات میں ظلم و شر کا تصور بھی محال ہے۔

قربانی کو جیو ہتیا کی رسم سمجھنا بھی غلط ہے

نیز قربانی کو جیو ہتیا کا نام بھی نہیں دیا جا سکتا اس لئے کہ ہتیا تو غصے اور خفگی کے عالم میں ایک دشمن کو ختم کرنے کے جذبہ سے ہوتی ہے اس میں عبادت، تقرب، خوشنودیٔ حق کا کوئی ادنیٰ پہلو بھی نہیں ہوتا بلکہ اس کا مرتکب اپنے آپ کو بعد میں مجرم سمجھتا ہے دوسرے بھی اس کے اس فعل سے نفرت کرتے ہیں جبکہ قربانی ایک مقدس عمل ہے جو تقرب خداوندی کے جذبے سے دل کی خوشی، لگن اور محبت کے ساتھ اجر و ثواب کے لئے ہوتی ہے ہتیا برے لوگ کرتے ہیں جبکہ قربانی نیک لوگ کرتے ہیں، جس کی ہتیا کی گئی ہو وہ کبھی ہتیارے کے لئے خیر نہیں بنتا جبکہ قربانی کا جانور قربانی کرنے والے کی آخرت میں سواری بنے گا۔ ہتیارا چھپتا پھرتا ہے جبکہ قربانی کرنے والا ایک فریضہ کی ادائیگی پر لوگوں کی مبارکباد وصول کرتا ہے۔

قربانی جانور پر ظلم نہیں بلکہ اس کا اعزاز ہے

جانور کی قربانی خود جانور پر بھی ظلم نہیں ہے، اگر جانور کو ذبح کرنا اور اسکے گوشت کو استعمال کرنا ظلم ہوتا تو اللہ جنگل میں شیر بھیڑیے ہرگز پیدا نہ فرماتا جنکی خوراک ہی گوشت ہے، بلکہ جس طرح جانوروں کے دودھ، اون، سینگ، ہڈی، کھال وغیرہ سے انسان فائدہ اٹھاتا ہے اسی طرح گوشت سے بھی فائدہ اٹھاسکتا ہے یہ تو جانوروں کی خوش قسمتی ہے کہ انسان جیسی اشرف مخلوق ان سے فائدہ اٹھا رہی ہے اور ان کو اس کا جزو بدن بننا نصیب ہو رہا ہے ان کو کتے اور گدھ کھا کر اپنے بدن کا جزو بنائیں اس سے بہتر ہے کہ وہ انسان کا جزو بدن بنیں جس نے ان کو پالا پوسا اور ان کی نسل بڑھائی وہ تو یہ کہتے ہوئے ذبح ہوتے ہیں ؎

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

پھر ذبح میں تکلیف بھی ان کو نہیں ہوتی اس لئے کہ ایک سیکنڈ میں ذبح ہو کر ساری پریشانیوں سے نجات پا جاتے ہیں جبکہ مسلسل تکلیف جو ہل میں بندھکر یا گاڑی چلاکر ہوتی ہے وہ بدرجہا اس تکلیف سے بڑھی ہوئی ہے، پھر اگر جان لینا ہی برا ہے تو جان تو نباتات میں بھی موجود ہے' ان کو کیوں کھایا جاتا ہے ؟

گوشت خوری کی ممانعت میں عقیدۂ تناسخ کو دخل ہے

غالباً یہ عقیدہ تناسخ سے پیدا ہوا ہے اس لئے کہ تناسخ میں کرم کے بدلے جنم کا تصور قائم ہے اور بعض اعمالِ بد پر جانوروں میں منتقل کر دینے کی سزا تسلیم کی گئی ہے لہٰذا اب جس جانور کا گوشت کھایا جائے گا اس میں

پرشبہ موجود ہے کہ کہیں وہ گوشت' اعمال بد کی پاداشں میں منتقل شدہ رشتہ دار کا نہ ہو، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ انسان تو خلقی لحاظ سے ہی گوشت خور معلوم ہوتا ہے جبھی تو قدرت نے اس کے دانتوں میں بعض کچلی دار دانت پیدا فرمائے ہیں ورنہ ان کی خلقت عبث قرار پائے جو اللہ کی ذات سے بعید ہے۔

قربانی ہر مذہب میں موجود تھی

جو لوگ اسلام پر قربانی کے باب میں اعتراض کرتے ہیں انکے یہاں خود دیوی دیوتاؤں پر جانوروں کی قربانی کا وجود موجود ہے، اسلام نے تو صرف اتنا کیا ہے کہ جو جانور غیر اللہ کے نام پر ذبح ہوتے تھے ان کو اللہ کے نام پر ذبح کرنے کو کہا گویا نفس ذبیحہ کو تو عبادت مانا مگر غیر اللہ کو اس عبادت کا حقدار نہیں سمجھا، اس طرح اسلام نے اس عبادت کا صرف مصرف بدلا ہے، گویا جس طرح اسلام نے مالی عبادت کا مستحق بجائے غیر اللہ کے اللہ کو قرار دیا ایسے ہی جانی عبادات کا مستحق بھی اللہ ہی کو گردانا ہے۔

قربانی میں جہاد کی عملی مشق

اسلام میں جہاد مستقل ایک فریضہ ہے جس میں اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے خون بہایا جاتا ہے، جہاد میں خون بہانا اور خون دیکھنا دل گردے کا کام ہے ہر شخص کے بس کی بات نہیں، اس لئے مسلم بچے کو ابتدا ہی سے جبکہ وہ سات دن کا ہوتا ہے ختنے کروا کر خون دیکھنے اور اس کو برداشت کرنے کا عادی بنا دیا جاتا ہے ؎ بوقت ختنہ میں رویا تو نائی نے کہا ہنس کر

مسلمانی میں طاقت خون ہی بہنے سے آتی ہے

قربانی کے ذریعہ بھی خون بہانے، چھری چلانے پٹکنے اور دبانے کی عملی مشق کرائی گئی ہے اور اپنے ہی ہاتھ سے ذبح کرنے کی ترغیب دی تاکہ یہ ہاتھ جنگ کے وقت دشمن خدا کا سر کاٹ سکیں، اس کا خون بہا سکیں، اس موقع پر خون دیکھ کر کانپنے نہ لگیں۔

اسلام تمام عبادات کا مستحق اللہ کو قرار دیتا ہے

اسلام نے اپنے گلدستے میں وہ سب پھول سجالئے ہیں جو کسی بھی مذہب میں عبادت کے رنگ میں پائے جاتے تھے، صرف فرق یہ کیا ہے کہ ان کے یہاں یہ عبادتیں مختلف دیوی دیوتاؤں کے لئے الگ الگ تھیں، اسلام نے ان سب کو صرف ایک خدا کے لئے روا رکھا ہے، اس نے عبادتیں تو ہر قسم کی چنیں مگر جمع کیا ایک ہی گلدستہ میں، چاہے نماز ہو یا روزہ، حج ہو یا زکوٰۃ قربانی ہو یا صدقۃ الفطر، عام خیرات ہو یا تبرعات اکٹھی ہو کر سب ایک ہی خدا کی جناب میں پیش کرائی گئیں، کسی دوسرے کو ان کا مستحق قرار نہیں دیا۔

بعض عبادات میں صورت و حقیقت دونوں مطلوب

عبادات میں بعض عبادات وہ ہیں جن میں صورت اور حقیقت دونوں مطلوب ہیں جیسے نماز کہ اس کی جہاں حقیقت خشوع خضوع اور عبدیت ہے وہیں اس کی صورت بھی وہی مطلوب ہے جو شریعت نے ادائیگی کے لئے وضع کی ہے۔ قربانی میں بھی صورت اور حقیقت دونوں مطلوب ہیں جہاں اسکی حقیقت اللہ کے لئے جان سپاری اور تقویٰ ہے ﴿لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَاۤؤُهَا وَلٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ﴾ کہ خدا کو قربانی کے گوشت وخون کی ضرورت نہیں وہ تو

دل کے جذبہ کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ یہ جب کہا گیا کہ کفار قربانی کا خون اور گوشت کعبہ سے ملتے اور اس پر لٹکاتے تھے، "وہ صرف صورت ہی کو اصل اور مطلوب سمجھے") وہیں صورت بھی مطلوب ہے کہ قربانی انفاقِ جان ہے نہ کہ انفاقِ مال لہٰذا قربانی کے ایام میں ایک ہزار روپیہ خرچ کرنے سے قربانی ادا نہیں ہو گی، جانور ہی ذبح کرنا پڑے گا چاہے وہ ۵۰ روپے کا کیوں نہ ہو۔

کوئی یہ نہ سوچے کہ مال کے صدقہ میں شاید زیادہ نیکی ملتی، فرمایا گیا کہ جانور کے ہر بال پر ایک نیکی ملے گی۔

اللہ کے یہاں مہمانی

پھر یہ ایام اللہ کے یہاں ضیافت کے بھی ہیں ان میں سید الطعام سے بندوں کی ضیافت کی جاتی ہے: اس طرح وہ غریب جو مہینوں سے گوشت سے محروم تھے ان کو گوشت نصیب ہو جاتا ہے، اس لئے اس گوشت کا بیچنا ممنوع قرار دیا بلکہ یہ ترغیب دی گئی ہے کہ تلث حصہ غریب کو دینا چاہیے۔

قربانی کا جانور موٹا تازہ کیوں ہونا چاہیئے

ہو سکتا تھا کہ لوگ اس وظیفے کی ادائیگی کو بی انتہائی کم قیمت دبلا پتلا جانور ذبح کر کے کر لیتے تو موٹا اور اچھا جانور ذبح کرنے کی ترغیب اس طرح دی کہ فرمایا "سمنوا ضحایاکم فانہا علی الصراط مطایاکم" کہ بھائی دیکھ لو یہ قربانیاں پلصراط پر تم کو سواری کے طور پر استعمال کرنی ہوں گی، اس لئے پتلا اور کمزور جانور تمہارے لئے ہی پریشانی کا سبب بنے گا، ظاہر ہے کہ یہ سن کر کون ہے کہ ایسے نازک موقع کے لئے مریل سا جانور منتخب کرے گا۔ اگر سوال ہو کہ جو

لوگ ہر سال قربانی کرتے ہیں تو کون سا جانور سواری بنے گا؟ تو جواب یہ ہے کہ پلصراط کا سفر کافی طویل ہے ہو سکتا ہے کہ تھوڑے تھوڑے فاصلہ پر سواری بدلنا پڑے یا سب کے بدلہ میں ایک قوی ترین جانور بنا کر دیا جائے۔

پھر ہو سکتا ہے کہ کوئی یہ سوچتا کہ موٹا اور مضبوط تو لے لو مگر عیب دار اور کن کٹے ہونے میں کیا حرج ہے تو فرمایا گیا کہ تمہارے بدن کے ہر جزء کے بدلے میں جانور کا ہر جزء فدیہ بننے والا ہے اگر ناقص اور عیب دار لوگے تو بدن کے اس حصے کا فدیہ ناقص رہ جائے گا جو جانور میں ناقص ہو گا لہٰذا ہدایات دیں کہ اپنے بال اور ناخن بھی ان ایام میں نہ بنواؤ تاکہ تمہارے ان سب اجزاء کا بھی جانور کے اجزاء فدیہ بن جائیں۔

قربانی کے لئے ایام کی تعیین

پھر ہو سکتا تھا کسی کی نیت کے خلل کی وجہ سے اس کی قربانی قبول نہ ہو تو دن ایسے مخصوص اور متعین کر دیئے گئے تاکہ سارے مسلمان انہیں ایام میں قربانی کریں اور نیکوں کی قربانی کے صدقہ میں بدوں کی بھی قبول ہو جائے۔

امتِ محمدیہ پر اللہ کی عنایت

حق تعالیٰ کا صدقہ ہے کہ قربانی کا گوشت کھانے کی اجازت دیدی ورنہ تو پہلی قوموں میں قربانی کا جانور پہاڑ پر کھڑا کر دیا جاتا تھا اور قبولیت کی شکل میں آگ آسمان سے آکر اس کو جلا دیتی تھی، کھانے کا سوال ہی نہیں تھا یہ اللہ کی اس امت پر ایسی عنایت ہے جیسے کوئی بڑا کسی بچے کو مٹھائی دیکر پھر اس سے مانگے اور جب بچہ دیدے تو بڑا بچے کو لوٹاتے ہوئے کہے بیٹے

تم ہی کھالو ہم تو تمہارا حوصلہ دیکھ رہے تھے تو جانور بھی اللہ کی مخلوق ہے ، اللہ نے ہی بندے کے لئے اس کو پیدا بھی کیا اور اس کے لئے مسخر بھی کیا اور بندے کا امتحان لینے کے لئے وہ اس کو بطور قربانی مانگتے ہیں بندہ دے دیتا ہے تو وہ بندے کو لوٹا دیتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ تم ہی اس کا گوشت کھالو ہم تو تمہارا امتحان لے رہے تھے ۔

ندامت سے بچالیا

پھر قبولیت کے پہلے طریق کو (کہ جس کی قربانی کو آگ جلا دے وہ مقبول اور جس کی قربانی آگ نہ جلائے وہ نامقبول) بدل کر ندامت اور صدمے سے بھی بچالیا ورنہ بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ جن کو ہم نیک جانتے تھے ان کا جانور بندھا رہ جاتا ، قبول نہ ہوتا اور جو بے حیثیت سمجھے جا رہے تھے ان کی قربانی قبولیت حاصل کر لیتی ۔

قربانی جانوروں کی نسل کشی نہیں ہے

قربانی کے عمل نے جانوروں کی نسل کشی نہیں کی بلکہ ان کی نسل میں افزائش کی ہے جیسے نباتات کاٹ چھانٹ سے زیادہ بڑھتے ہیں ، اسی طرح جن جانوروں کی قربانی کی جاتی ہے ان کی نسلیں بڑھنے لگتی ہیں ، چنانچہ کتوں ، گدھوں کی پیداوار اتنی نہیں جتنی بھیڑ بکریوں کی ہے ۔ وجہ یہ ہے کہ جب ان کی ضرورت قربانی کے لئے پورے عالم میں پڑنے لگی تو لوگوں نے مستقل طور پر ان کی نسل کے پالنے بڑھانے پر توجہ دینی شروع کر دی ، اور آج ان کے گلے کے گلے پائے جاتے ہیں ۔

ایک غیر واقعی خیال

جو لوگ کہتے ہیں کہ جانور کی قربانی کی اجازت سے ہی گھی عطر کے بھاؤ بکنے لگا ہے وہ خیالات کی دنیا میں رہتے ہیں واقعات سے اس دعوے کا کوئی تعلق نہیں، سب جانتے ہیں کہ جب تک بڑے جانور کی قربانی کی قانونا اجازت تھی تب تک گھی سستا اور زیادہ ملتا تھا اور جب سے بندش آئی ہے تب سے گھی مہنگا اور کم یاب ہو گیا ہے۔

جب انسانوں کا قربان ہو جانا ظلم نہیں تو جانور کی قربانی کیوں ظلم ہو سکتی ہے؟

جب ملکوں کی آن بان پر جنگ لڑ کر اس میں سینکڑوں انسانوں کا اپنی قربانی دینا ظلم نہیں بلکہ فخر کی بات ہے کہ ملک کے سپوت، ملک کی دھرتی کے کام آئے تو کیا خدا کے سامنے جان نثاری اور فداکاری جانوروں کی قربانی کی شکل میں قابل فخر اور باعث ستائش نہیں ہو گی؟ اس کو کیسے ظلم کہا جا سکتا ہے؟ بلکہ جانور کا اس میں اعزاز ہے کہ اس کو عزیز ترین چیز یعنی بیٹے کے قائم مقام کر کے پیش کیا گیا ہے، اس میں اس جذبہ کا اظہار اور عہد ہے کہ اللہ کے دین اور انسانیت کی خدمت کے لئے اگر ضرورت پڑی تو ان جانوروں کی قربانی کی طرح ہم اپنی اور اپنی اولاد تک کی قربانی سے دریغ نہیں کریں گے۔ پھر انسان چونکہ پالتو جانوروں کی پرورش کرتا ہے اور وہ ہی اس سے مانوس ہوتے ہیں، اس لئے انہیں کی قربانی قبول کی جاتی ہے جنگل کے جانوروں کی قربانی جائز نہیں رکھی گئی۔

~ ~ ~ ~ ~ ~ ~ ~ ~

چند ضروری مسائل

۱۔ قربانی کے جانور کو اس کے بائیں پہلو پر قبلہ رخ لٹائیں اور ذبح کرنیوالا اپنا داہنا پاؤں جانور کے شانہ پر رکھ کر ذبح کرے۔

۲۔ قربانی کے جانور کا چمڑا ذبح سے پہلے تاجروں سے بھاؤ تاؤ کر کے بیچنا جائز نہیں ہے۔

۳۔ قربانی کی کھال خود اپنے استعمال میں لینا چاہے تو اس کی ایک شکل یہ ہے کہ اس کا مصلی یا مشکیزہ یا موزے وغیرہ بنوا کر استعمال کر سکتا ہے دوسری شکل یہ ہے کہ اس کھال کو کسی ایسی چیز کے بدلے میں بیچ دے جو باقی رہتے ہوئے استعمال کی جا سکتی ہے جیسے میز، کرسی، کتاب، قلم، موزے وغیرہ لیکن اگر اس کھال کو قیمتاً بیچا ہے تو جو رقم ملے اس کو صدقہ کرنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر اس سے ایسی چیز خریدی جو باقی نہیں رہتی اس کو صرف کر کے ہی فائدہ اٹھایا جاتا ہے جیسے اناج، تیل، پٹرول، پھل وغیرہ تو پھر ان سب چیزوں کا صدقہ کر دینا ضروری ہے۔

۴۔ قربانی کی کھال اپنے مالدار رشتہ داروں اور دوستوں کو بلا معاوضہ بطور ہبہ و ہدیہ دی جا سکتی ہے بہر حال جس کو قربانی کا گوشت دے سکتے ہیں اس کو کھال بھی دے سکتے ہیں۔

۵۔ مالدار کے بالغ بچے اگر نادار ہوں، اسی طرح نابالغ بچوں کی ماں تو مالدار ہو مگر باپ مالدار نہ ہو نیز مالدار شخص کی بیوی جو خود مالدار نہ ہو تو ان سب کو زکوٰۃ، صدقۃ الفطر اور قربانی کی کھال کے پیسے دیئے جا سکتے ہیں۔

۶۔ غریب پر قربانی کرنا واجب نہیں ہے لیکن اگر وہ خود اپنے اوپر واجب کرلے تو اس پر بھی قربانی کرنا واجب ہو جاتا ہے مثلاً غریب اگر ایام قربانی میں قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لے تو اس پر بعینہٖ اسی جانور کی قربانی کرنا واجب ہے، جانور بدل نہیں سکتا بلکہ اگر یہ جانور کھو جائے اور اس نے قربانی کے لئے دوسرا جانور خرید لیا اور قربانی کرنے سے پہلے کھویا ہوا جانور مل جائے تو دونوں جانوروں کی قربانی کرنی واجب ہوگی اور اگر بعد میں ملا تو اس کا صدقہ کرنا ضروری ہے۔

اگر قربانی کے دنوں سے پہلے غریب نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا، یا جانور اس کی ملکیت میں چلا آرہا تھا اور اس نے ایام قربانی سے پہلے اس جانور کی قربانی کی نیت کی تو اس جانور کی قربانی غریب پر واجب نہیں ہے یا مثلاً غریب نے ایام قربانی میں جانور خریدا مگر قربانی کی نیت سے نہیں خریدا تب بھی اس کی قربانی اس پر واجب نہیں ہے۔

اسی طرح اگر غریب کی ملک میں ایام نحر سے پہلے ایک جانور چلا آرہا تھا یا اس نے ان ایام سے پہلے خریدا تھا اور اب ایام نحر میں اس کی قربانی کی نیت کرے تب بھی اس پر اس جانور کی قربانی واجب نہیں ہے۔

خلاصہ یہ کہ غریب ایام نحر میں جب بنیتِ قربانی جانور خریدے تبھی اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہوگی اور وہ پھر نہ تو جانور بدل سکتا ہے اور نہ قربانی چھوڑ سکتا ہے۔

۷۔ امیر چاہے ایام نحر میں بنیت قربانی جانور خریدے یا ایام نحر سے پہلے خریدے اس کو اسی جانور کی قربانی واجب نہیں ہے، وہ اس کی جگہ دوسرا جانور قربانی کر سکتا ہے البتہ دوسرا جانور پہلے سے نیت کردہ جانور سے کم قیمت نہ ہونا چاہیئے ورنہ کراہت رہے گی اور کمی کے بقدر قیمت صدقہ کر دینا اس کا تدارک ہوگا۔

وہ عیوب جن کی وجہ سے جانور قربانی نہیں کیا جا سکتا اور نہ عقیقہ میں ذبح کیا جا سکتا ہے:۔

(۱) دُم :۔ جو جانور بلا دم کے ہو یا اس کی دم تہائی یا اس سے زائد کٹی ہو، اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

(۲) تھن :۔ جس جانور کا تھن کٹا ہو یا اتنا زخمی ہو گیا ہو کہ بچہ کو دودھ نہ پلا سکے اس کی قربانی درست نہیں ہے۔

(۳) دودھ :۔ بھیڑ بکری کے ایک تھن اور بھینس وغیرہ کے دو تھنوں سے دودھ نہ آتا ہو تو ان کی قربانی بھی درست نہیں۔

(۴) پیر :۔ اگر جانور تین پیر سے چلتا ہو چوتھا پیر قطعاً ٹیک نہ سکتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں ہے اگر اس پر ذرا بھی سہارا دیکر چلتا ہو تو جائز ہے۔

(۵) آنکھ :۔ جو جانور اندھا یا کانا ہو یا اس کی ایک آنکھ کی تہائی یا اس سے زائد روشنی چلی گئی ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے۔

(۶) ناک :۔ ناک کٹے جانور کی قربانی جائز نہیں۔

(۷) کان :۔ پیدائشی کان نہ ہوں تو اسکی قربانی درست نہیں ہے۔ ہاں چھوٹے چھوٹے ہوں تو اسکی قربانی درست ہے لیکن اگر کان ہوں مگر تہائی سے زائد کٹے ہوں تو درست نہیں۔

(۸) **سینگ :-** پیدائشی بے سینگ والا جانور یا سینگ ٹوٹے جانور کی قربانی درست ہے البتہ اگر سینگ جڑ سے ایسا ٹوٹ گیا ہو کہ مغز نکل آیا ہو تو جائز نہیں۔

(۹) **دانت :-** اگر جانور کے بالکل دانت نہ ہوں یا آدھے سے کم ہوں اور وہ چارہ بھی نہ چرپاتا ہو تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ بانجھ بکری اور خصی بکرے کی قربانی جائز ہے۔

(۱۰) قربانی کرتے وقت اس کو باندھتے یا لٹاتے وقت جو عیب پیدا ہو جائے اس کا کوئی اعتبار نہیں، قربانی درست ہو جائے گی چاہے پیر ٹوٹ گیا ہو یا آنکھ نکل گئی ہو یا سینگ نکل گیا ہو۔

جس جانور کی قربانی کرنے کی نذر مان لی گئی ہو اب وہی جانور قربانی کیا جانا ضروری ہے، چاہے نذر ماننے والا غریب ہو یا امیر اس جانور کی جگہ دوسرا جانور بدل نہیں سکتے اور اس جانور کا پورا گوشت صدقہ کرنا ضروری ہے، اس کو کھا نہیں سکتے۔

کانجی حوض سے خریدے ہوئے جانور کی قربانی درست ہے۔

خنثیٰ جانور کی قربانی جائز نہیں جو نہ نر ہو نہ مادہ بلکہ اس میں نر مادہ دونوں کی علامتیں ہوں، اس کا گوشت گلتا نہیں ہے۔

(۱۱) **زبان :-** جس بکری کے زبان نہ ہو اس کی قربانی جائز ہے، ہاں جس گائے بھینس کے زبان نہ ہو اس کی قربانی درست نہیں۔

مُتفرق مسائل

(۱۲) اگر کوئی مالدار ایام نحر میں انتقال کر جائے تو اس سے قربانی ساقط ہو جائیگی۔

(۱۳) قربانی کی نذر ماننے سے قربانی واجب ہوجاتی ہے، چاہے غریب ہو یا امیر، ہاں اگر امیر نے نذر مانی ہو تو اس کو دو جانور قربان کرنے ہونگے ایک واجب قربانی کا دوسرا منت کا۔

(۱۴) نابالغ، مجنون، اور شرعی مسافر پر قربانی واجب نہیں۔

(۱۵) ایام نحر سے پہلے غریب ہو یا امیر اپنے کسی جانور کی قربانی کی نیت کرے کہ اس کی قربانی کروں گا تو وہ متعین نہیں ہوجاتا، بدلنا چاہے تو بدل سکتا ہے، بیچنا چاہے تو بیچ سکتا ہے۔

(۱۶) بڑے جانور میں بعض شرکا، اگر عقیقہ کی اور بعض ولیمے کی نیت سے حصہ لئے ہوں تو یہ جائز ہے۔ قربانی کے حصہ والے کی قربانی درست ہے۔

(۱۷) ایام نحر میں جانور خریدتے وقت تنہا پورا جانور قربان کرنے کی نیت تھی بعد میں کسی کو شریک کرلیا تو امیر کے لئے جائز ہے، غریب کے لئے جائز نہیں، پھر بھی اگر غریب نے کسی کو شریک کرلیا تو شریک ہونے والے کی قربانی ادا ہوجائے گی، لیکن غریب کو جتنے حصے دوسروں کو دیئے ہیں اتنے حصوں کی قربانی کرنی ہوگی، اگر دن گذر گئے تو اتنی مقدار کے پیسے صدقہ کرنے ہوں گے۔

(۱۸) غریب جس پر قربانی واجب نہیں تھی اس نے قربانی کردی اس کے بعد ایام نحر میں وہ مالدار ہوگیا تو دوسری قربانی کرنی واجب ہے۔

(۱۹) اگر مالدار جس پر قربانی واجب تھی اس نے ابھی قربانی نہیں کی تھی کہ ایام نحر میں ہی وہ غریب ہوگیا تو اس سے قربانی ساقط ہوجائے گی۔

(۲۰) دو جانور ایک ساتھ لٹا کر ایک ہی بار میں دونوں جانوروں کو ذبح کردیا تو ایک ہی مرتبہ کے بسم اللہ، اللہ اکبر سے دونوں جانور حلال ہوجائیں گے۔

مصنف کی دیگر کتب

مہمان رسول ــــــــــــ

دینی مکالمے ــــــــــــ حصہ اول

دینی مکالمے ــــــــــــ حصہ دوم

اولاد کی پرورش ــــــــــــ

کشکول ــــــــــــ زیر ترتیب

ملنے کا پتہ :- مکتبہ سعیدیہ، ترکیسر، سورت، گجرات، ہند

(۲۵) میت نے وصیت کی ہو کہ میرے مال میں سے قربانی کر دینا
اب اگر وصیت کے مطابق اس کے مال میں سے قربانی کی جائے تو اس قربانی
کے پورے گوشت کو صدقہ کرنا واجب ہو گا، نہ خود کھا سکتا اور نہ مالداروں
کو کھلا سکتا ہے۔

اور اگر کوئی اپنے پیسے سے میت کی طرف سے' چاہے وصیت کی ہو یا
نہ کی ہو' قربانی کرنا چاہے تو کر سکتا ہے اور اس قربانی کے گوشت کو خود بھی
کھا سکتا ہے اور مالداروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔

اور اگر اپنی طرف سے ایک نفلی قربانی کر کے اس کا ثواب ایک مرحوم
رشتہ دار یا چند مومنین کو بخشنا چاہے تو بخش سکتا ہے اور اس قربانی کا گوشت
خود بھی کھا سکتا ہے اور مالداروں کو بھی کھلا سکتا ہے۔

(۲۶) اگر کسی عورت کے پاس نصاب کی مقدار کا زیور ہو اور وہ اس
زیور کی خود مالک ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

(۲۷) اگر کسی کے پاس ۳ جوڑی کپڑے ہوں جن کی مالیت بقدر نصاب
ہو تو وہ مالدار نہیں مانا جائے گا، ہاں اگر چار جوڑی ہوں اور چوتھا جوڑا قیمت
میں بقدر نصاب ہو تو وہ مالدار سمجھا جائے گا اور اس پر قربانی واجب ہو گی۔

(۲۸) قربانی کے وجوب کے لئے نہ تو مال پر سال گذرنا ضروری ہے
اور نہ صرف سونا یا چاندی یا نقدی یا مالِ تجارت کا ہی ہونا ضروری ہے' بلکہ
اگر برتن' مکان' فرنیچر' کپڑے جو زائد ہوں' سال بھر تک رکھے رہتے ہیں پورے
سال میں کبھی کام نہیں آتے اور ان کی قیمت ۵۲½ تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ
جاتی ہے تو قربانی واجب ہو جائے گی۔

(۲۹) قربانی کی دعا:- اِنِّیْ وَجَّھْتُ وَجْھِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلٰوتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ، اَللّٰهُمَّ مِنْكَ وَلَكَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْهُ مِنِّيْ كَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِيْلِكَ اِبْرَاهِيْمَ وَحَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ۔

(۳۰) عید یا بقر عید کی نماز میں اگر کوئی شخص امام کے تکبیر کہہ لینے کے بعد شریک ہوا ہو تو وہ تکبیر تحریمہ کے بعد خود سے ۳ تکبیریں کہہ لے، چاہے امام قرأت میں لگا ہو اور اگر اس کے پہنچنے کے وقت امام رکوع میں جا چکا ہو تو یہ شخص تکبیر تحریمہ کے بعد ۳ زائد تکبیر کہہ کر رکوع میں شریک ہو جائے اور اگر رکوع کے فوت ہو جانے کا خطرہ ہو تو رکوع میں رکوع کی تکبیر کے بجائے بلا ہاتھ اٹھائے یہ تکبیریں کہہ لے لیکن اگر رکوع میں بھی کہنے کا موقع نہ ملے تو پھر یہ تکبیریں بلا کہے قومے میں کھڑا ہو جائے، یہ تکبیریں اب معاف ہو جائیں گی۔

(۳۱) عیدین کے خطبے کے لئے امام ممبر پر چڑھکر بیٹھے نہیں بلکہ خطبہ شروع کر دے، جمعہ میں تو اس لئے بیٹھا جاتا ہے کہ اس کے آگے اذان دی جاتی ہے۔

(۳۲) عید یا بقر عید کی نماز میں اگر دوسری رکعت میں شریک ہو سکا ہو تو امام کے سلام پھیر دینے کے بعد کھڑا ہو کر اپنی رکعت اس طرح پوری کرے کہ پہلے قرأت کرے، بعد میں ۳ زائد تکبیرات کہے یہ نہ سوچے کہ یہ پہلی رکعت ہے، اس لئے تکبیریں قرأت سے پہلے کہنی چاہیے۔

لیکن اگر دوسری رکعت کے رکوع کے بعد نماز میں شامل ہوا تو اب سلام کے بعد اپنی دونوں رکعتوں میں زائد تکبیرات حسب معمول کہے یعنی پہلی رکعت میں قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم وتب
علينا انك انت التواب الرحيم

خاکسار
ذوالفقار احمد غفرلہٗ
مدرس دارالعلوم ترکیسر، سورت، گجرات
۱۶ر جنوری [illegible]ء

(۲۱) اگر کسی کو قربانی کا جانور ذبح کرنے کو کہا اس نے بجائے مالک اور آمر کے اپنے نام سے قربانی کر دی تب بھی مالک اور آمر ہی کی طرف سے قربانی ادا ہوگی۔

(۲۲) اگر کسی وجہ سے ۱۰ ذی الحجہ کو عید کی نماز ادا نہ کی جا سکی ہو تو اس دن زوال سے پہلے قربانی درست نہیں ہے، زوال کے بعد کرنا چاہیئے، البتہ ۱۱، ۱۲ کو زوال سے پہلے بھی جائز ہے اور بعد میں بھی۔

(۲۳) اگر کسی خاندان یا گھرانے کے چند لوگ اکٹھے رہتے ہوں تو ان میں اگر سب صاحب نصاب ہوں تو ہر ایک پر اپنی قربانی کرنا واجب ہے، صرف خاندان کے ایک بڑے یا ذمہ دار کی اپنی قربانی کر دینے سے سب کی طرف سے ادا نہیں ہوگی۔

(۲۴) قربانی چونکہ عبادت ہے اس لئے جس پر قربانی واجب ہے اس کا قربانی کی نیت کرنا ضروری ہے لہذا اگر کوئی ایسے شخص کی طرف سے بلا اس کے کہے یا لکھے اپنے پیسوں سے یا خود اس کے پیسوں سے (جو اس کے پاس جمع ہیں) اس کی طرف سے قربانی کر دے گا تو قربانی ادا نہیں ہوگی، اس کی صراحتہً یا عرفاً اجازت، قربانی کرنے سے پہلے ضروری ہے، عرفاً اجازت کا مطلب یہ ہے کہ اگر شوہر اپنی بیوی کی طرف سے ہر سال قربانی کرتا ہے بیوی کو اس کا علم ہے یا کسی کا باپ اپنی بالغ اولاد کی طرف سے ہر سال قربانی کرتا ہے اولاد کو اس کا علم ہے اور انہوں نے باپ کو اس کی اجازت دے رکھی ہے تو اب قربانی کے وقت صراحتہً اجازت کی ضرورت نہیں ان کی یہ عرفی اجازت کافی سمجھی جائے گی۔ البتہ جس پر قربانی واجب نہیں اس کی طرف سے اگر کوئی قربانی کرے تو اس کی اجازت لینا ضروری نہیں۔